© rasailojaraid.com

کائنات سے استفادے کے حدود

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

کس لئے؟[1] کے سوال کو عنوان بنا کر اب تک آپ کے سامنے انسانی زندگی کے دونوں خود ساختہ اور خود بافتہ طریقوں یعنی مادیت (میٹرلزم) اور روحانیت (اسپرچولزم) کے غیر عقلی اور غیر فطری نظریات و مسالک کے مقابلہ میں، اس

"قدرتی اس حیات"

کو پیش کیا گیا ہے، جس کی پابندی کا مطالبہ خالق عالم کی طرف سے حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کے ذریعہ کیا گیا ہے، اسی کی تعبیر اسلامیت (اسلامزم) کے لفظ سے کر کے میں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ شکوک و شبہات کی آلودگیوں سے صاف و پاک ہو کر اپنی مکمل ترین شکل میں

"الاسلام"

کے نام سے یہی "قدرتی اس حیات" ہمارے پاس موجود ہے یہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے خاتم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری پیغام اور ان کی ہمہ گیر ہر جہتی زندگی ہے" بتا چکا ہوں کہ ایمان کا یہ ایک ایسا مکمل دائرہ ہے جس میں کہیں خلا نہیں ہے جس کا اول آخر سے قطعی طور پر مربوط ہے عقل وجدان حاسہ اخلاقی ضمیر انسانی آدمی کے ان سارے جبلی اقتضاؤں کی تشفی و تسکین کی بہترین ضمانت زندگی کے اسی نظام میں محفوظ ہے اس وقت تک اسی اسلامی نظام کا اجمالی خاکہ

---

[1] مقالہ نگار کی طویل علالت کی وجہ سے مضمون کا سلسلہ آئندہ جاری نہ رہ سکا، کافی وقفہ حائل ہو چکا ہے معلومات کو تازہ کرنے کے لئے اب تک جو کچھ عرض کیا گیا تھا اسی کا خلاصہ درج کر دیا گیا ہے اصل مضمون ان ذیلی سطروں کے بعد شروع ہوتا ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کے سامنے رکھا گیا تھا، اب اسی اجمالی خاکہ کے ہر ہر جزء کے اہم امتیازی پہلوؤں پر الگ الگ مستقل عنوانوں کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ بحث کی جائے گی۔ واللہ ولی الامر والتوفیق

(مناظر احسن گیلانی)

عرض کر چکا ہوں کہ

"آدمی کو خالقِ کردگار نے خود اپنے لئے پیدا کیا ہے"

یعنی نبوات و رسالات کا متفقہ اجماعی کلمہ دعوت

یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہٍ غیرہٗ — ای قوم بندگی کرو اللہ کی تمہارے لئے نہیں کوئی معبود اس کے سوا

کا جو حاصل اور خلاصہ ہے، اسی کو "بنیادی محور" قرار دے کر زندگی کے اس طریقہ میں جس کا نام "الاسلام" ہے، ایک طرف تو اس کا اعلان کیا گیا کہ کائنات یعنی خدا کی مخلوقات سے استفادہ و تمتع، اسی بناء پر آدمی کا جائز پیدائشی اور آئینی حق ہے اور دوسری طرف "انسانیت" کے احترام و اکرام کا بھی آدمی اسی لئے ذمہ دار ٹھہرایا گیا، کہ جو خالق کے لئے پیدا کیا گیا ہے مخلوقات میں بھلا اس سے بڑا اور کون ہو سکتا ہے، انسانی وجود کے احترام و اکرام کے سلسلہ میں فرائض کی ایک طویل فہرست بن گئی یعنی ہم میں ہر ایک پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ ممکنہ حد تک مضرتوں سے بچاتے ہوئے چاہئے کہ اپنے آپ کو خود اپنے لئے بھی اپنے خاندان کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے مفید ثابت کرے جن میں وہ بود و باش اختیار کرتا رہتا "سہتا جیتا مرتا" ہے اور ساری انسانی برادری جو کرۂ زمین کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے فلاح و بہبود کو بھی اپنی زندگی کے اصلاحی نصب العین میں شریک کرتے ہوئے آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں کے لئے بھی جس حد تک ممکن ہو نفع رسانیوں، اور سہولت آفرینیوں کی راہوں کو چاہئے کہ لوگ ہموار اور درست کرتے چلے جائیں، اور یوں شخصی فرائض، خاندانی فرائض، قومی فرائض، عام انسانی فرائض، نسلی فرائض کے ابواب اسلامی نظامِ حیات میں پیدا ہوئے جن میں ہر ہر باب اپنے اندر بے شمار مسائل کو سمیٹے ہوتے ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سلسلہ میں ارادہ یہی ہے خدا ہی جانتا ہے کہ یہ ارادہ پورا بھی ہوگا یا نہیں اور ہوگا بھی تو کب تک پورا ہوگا، بہر حال اسی کے بھروسے پر ارادہ کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے اس قدرتی اور پیدائشی حق کے حدود متعین کئے جائیں جو کائنات سے استفادے کے سلسلہ میں بنی آدم کو عطا ہوا ہے، حق کے بعد ان فرائض پر بحث کی جائے گی، جن کے ہم ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں، یعنی سلسلہ وار شخصی فرائض، خاندانی فرائض، قومی فرائض، عام انسانی فرائض، نسلی فرائض پر بحث کرنے کے بعد آخر میں اس

"کلیدی فرض"

کے اجمال کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ کی جائے گی، جس کے بغیر نہ کائنات سے استفادہ کا حق ہی ہمارا پیدائشی جائز آئینی حق باقی رہتا ہے اور "انسانی وجود" کے احترام و اکرام کے سلسلہ میں ہم پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں وہ بھی اپنی معنویت کھو بیٹھتے ہیں۔ اور منطقی روح کی نسبت یا ہی سے محروم ہو کر صرف قالب بے جان بن کر رہ جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی خدا کے لئے ہے؟ اسی مسئلہ پر بحث کر کے انشاء اللہ مضمون کہئے یا کتاب ختم کر دی جائے گی۔ اگرچہ اس مسئلہ کے بعض پہلوؤں پر تھوڑی بہت گفتگو کر بھی چکا ہوں لیکن اب تک جو کچھ بھی کہا گیا ہے سب کی حیثیت اجمالی مباحث ہی کی تھی، حقیقی تفصیل مسئلہ کی ہنوز تشنہ تفصیل ہے، چونکہ اسلامی دستور حیات کے قالب کی روح بھی مسئلہ ہے سارا نظام ہی اسلامی زندگی کا اسی محور پر گھومتا ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے حق بھی ہے اور فرض بھی ہے۔ اور یہ نہیں ہے تو آدمی کا حق اور آدمی کا فرض دونوں کے دونوں لغو بے معنی باتیں بن کر رہ جاتی ہیں۔ آخر آپ خود سوچئے آدمی کو خالق کائنات نے خود اپنے لئے پیدا کیا ہے انسانی وجود کے اسی خصوصی پہلو سے قطع نظر کر لینے کے بعد کیا کوئی معقول جواب اس سوال کا آپ دے سکتے ہیں کہ درخت ہی آدمی کے لئے کیوں کاٹے جاتے ہیں، آدمی ہی درخت کے لئے کیوں نہ کاٹے جائیں، پھولوں کو ان کی شاخوں سے آدمی کے لئے جدا کیا جاتا ہے آخر آدمی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچوں کو پھولوں پر نچھاور کرنے کے لئے ماؤں کی گودوں سے کیوں نہ چھینا جائے۔ الغرض کائنات سے استفادہ، اس کو آدمی کا جو آپ آئینی جائز حق باور کئے بیٹھے ہیں کوئی صحیح معقول منطقی توجیہ اپنے اس وجدانی احساس کی آپ ہی نہیں بلکہ چیلنج کرتا ہوں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا مفکر بھی پیش نہیں کر سکتا اسی طرح سارے فرائض اور ذمہ داریاں جو انسانی وجود کے احترامی پہلوؤں کے ساتھ وابستہ ہیں، یہ مان لینے کے بعد کہ آدمی بھی زمین پر دوسرے رینگنے والے کیڑوں مکوڑوں، اور چلنے پھرنے والے چرندوں درندوں ہی جیسی ہستیوں میں ایک عام معمولی ہستی ہے انصاف سے پوچھتا ہوں بنی آدم کے احترامی فرائض کا کچھ بھی وزن اس احساس کے بعد باقی رہ جاتا ہے ایک مچھر ایک مکھی جیسے مسلی اور کچلی جاتی ہے اور کوئی نہیں پوچھتا کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ اور آئندہ اس کے سدباب کی کیا صورت ہے؟ کیا بجنسہ آدمی بھی خدا سے کٹ جانے کے بعد مچھروں اور مکھیوں کے اسی مقام تک اتر کر نہیں پہنچ جاتا ہے، ایک کتا، ایک بکرا، بیل گھوڑا یقیناً وہی سب کچھ تو اپنے پاس رکھتا ہے جو آدمی کے پاس ہے وہی دو آنکھیں دو کان، ایک منہ ایک زبان وہی پیٹ، وہی جگر، وہی پھیپھڑہ، وہی رگیں، وہی پٹھے، وہی خون، وہی گوشت، وہی چربی الغرض وہ سب کچھ ان غریبوں کو بھی ملا ہے جس سے آدمی سرفراز ہے پھر غریب کتے کیوں در در سے دھتکارے جاتے ہیں، اور حضرت انسان کو دیکھ کر بے تحاشا آپ تعظیم کے لئے سر و قد کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں، بار بار کہتا چلا آرہا ہوں، کہ کبوتر کا یہی وہ پیر ہے، جس میں دلبر کا نامہ بندھا ہوا ہے قرآن کے پڑھنے والوں کو حیرانی ہوتی ہے ان کا دل پوچھتا ہے کہ اول سے آخر تک اسی مسئلہ کو یعنی آدمی کو خدا نے صرف اپنے لئے پیدا کیا ہے؟ اسی کو بیان کے مختلف پیرایوں میں وہ کیوں گردش دیتا ہے ہر پھر کر اسی مسئلہ پر کیوں اپنے بیان کو ختم کرتا ہے سچ تو یہ ہے کہ نہ سوچنے والے اس مغالطہ میں اگر مبتلا ہو جائیں کہ اس مسئلہ کے سوا قرآن شاید کچھ اور کہنا ہی نہیں چاہتا تو سطحی تلاوت کے اس نتیجہ پر تعجب بھی نہ ہونا چاہئے وجہ اس کی وہی ہے کہ دوسرے مسائل جن کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے ان کے مقابلہ میں اس مسئلہ کی حیثیت وہی ہے جو روح کی حیثیت جسمانی ہیکل کے ساتھ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقول امام غزالی گھوڑے کی یہ تعریف کہ وہ سمند بھی ہے، پچ کلیان بھی ہے اور سیاہ زانو بھی ہے یقیناً یہ تعریف اس وقت بے معنی تعریف بن کر رہ جائے گی، اگر اسی کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ

"لیکن گھوڑا مرا ہوا ہے"

اسی طرح آدمی کائنات سے استفادے کے حق کو جس پیمانے پر بھی حاصل کر رہا ہو اور انسانی وجود کے متعلق احترامی و اکرامی فرائض جو آدمی پر عائد ہوتے ہوں ان کی تکمیل میں انتہائی ذمہ داریوں ہی سے کیوں کام نہ لے رہا ہو۔ لیکن اس حق اور ان فرائض کی بنیاد جس مسئلہ پر قایم ہے، اس سے اگر لا پروائی اختیار کئے ہو تو یقیناً ایسا آدمی بھی وہی مرا ہوا گھوڑا ہے، جو سمند بھی تھا اور پچ کلیان، سیاہ زانو بھی تھا لیکن مرا ہوا تھا، بلکہ اپنے حق کی بنیاد سے بے گانہ ہو جانے کے بعد بھی جو خدا کی پیدا کی ہوئی دنیا سے مستفید ہو رہے ہیں، اور باور کئے بیٹھے ہیں کہ کائنات سے استفادہ ان کا قدرتی اور پیدائشی حق ہے، سچ پوچھئے نمک حرامی کے جرم کی یہ انتہائی بدنجمانہ شکل ہو گی۔

لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ سارے جرائم میں سب سے بڑا جرم یا "مہاپاپ" قرآن ان لوگوں کے طرزِ عمل کو کیوں قرار دیتا ہے جو اس مسئلہ کا یعنی آدمی کو خدا نے صرف اپنے لئے پیدا کیا ہے اس کا انکار کر کے دوسروں کو بھی آدمی میں خدا کا ساجھی اور شریک ٹھہراتے ہیں، حالانکہ سوچا جائے تو اس فیصلہ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کی گنجائش ہی کیا تھی؟ آدمی صرف خدا کے لئے پیدا ہوا ہے اس کا انکار صرف اسی مسئلہ ہی کا انکار تو نہیں ہے آپ دیکھ رہے ہیں یہ تو بنی نوع انسانی کے سارے حقوق اور سارے انسانی فرائض کا انکار ہے ان حقوق اور فرائض کی اساسی بنیادی کا یہ انکار ہے، انسانی زندگی کا جو "قدرتی نظام" ہے اس مسئلہ کے انکار کے ساتھ ہی درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

خیر میں کیا کہنے لگا، اس سلسلہ میں پہلے بھی بہت کچھ کہہ چکا ہوں، بات جب سامنے آجاتی ہے تو قلم بے اختیار ہو جاتا ہے ورنہ مطلب تو یہ تھا کہ آئندہ جس ترتیب سے بحث ہونے والی ہے پڑھنے والوں کے سامنے بھی اس ترتیب کا نقشہ پیش کر دیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کائنات سے استفادہ اور تمتع کا قدرتی استحقاق آدمی کو جو حاصل ہے آیئے، اس مسئلہ کے متعلقہ پہلوؤں پر پہلے ہم غور کرلیں واقعہ تو یہ ہے کہ "نبوات و رسالات" کی تاریخ کا جو قیمتی حصہ قرآن میں محفوظ کردیا گیا ہے، اگر اس کو پیشِ نظر رکھ کر سوچا جائے - تو یہ کہا جاسکتا ہے -

کہ کائنات سے استفادے کا "پروانہ" بنی آدم کے گھرانوں میں خالقِ کائنات کی طرف اس کے برگزیدہ راستباز نمایندے (انبیاء و رسل علیہم السلام) ہر زمانہ میں تقسیم کرتے چلے آتے ہیں -

یجعل لکم جنٰت و یجعل لکم انہاراً — خداوند خدا تمہارے لئے باغوں کو تیار کرے گا

(نوح) — اور نہریں بھی تمہارے لئے بنائے گا،

کے الفاظ ہم ابو الانبیاء نوح علیہ السلام کے مواعظ میں اگر پاتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ زمین کی نباتاتی پیداواروں اور کھیتوں کو سرسبز و شاداب رکھنے والی نہروں سے استفادے کی صرف اجازت ہی عہد نوح کے لوگوں کو نہیں دی گئی تھی، بلکہ ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کا خدا موقع دے گا، اس وعدے کا اعلان بھی خدا ہی کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام ان لوگوں میں فرما رہے تھے - جن کی طرف وہ مبعوث تھے، فقط زمین ہی نہیں بلکہ آسمان کی نورانی ہستیوں (آفتاب و ماہتاب) سے جو منافع آدمی کو حاصل ہو رہے ہیں ان ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "اسی" نوحی خطبہ میں یہ الفاظ بھی ہمیں ملتے ہیں یعنی

الم تروا کیف خلق اللّٰہ سبع سمٰوٰت — کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تہ بہ تہ ساتوں آسمانوں کو کیسے پیدا کیا اور ان میں چاند کو روشن کیا، اور

طباقاً و جعل القمر فیھن نوراً و جعل

الشمس سراجاً (نوح) — سورج کو چراغ بنایا،

ایک طرف نوح علیہ السلام کی تقریروں میں ہم مذکورہ بالا باتوں کو پاتے ہیں، تو دوسری طرف ہود پیغمبر علیہ السلام کو دیکھتے ہیں کہ اپنی قوم عاد کو مخاطب بنا کر فرما رہے ہیں کہ

و اتقوا الذی امدکم بما تعلمون — ڈرو! اس خدا سے جس نے تمہاری امداد ان چیزوں سے کی جنہیں تم خود جانتے ہو، اس نے تمہاری مدد

امدکم بانعام و بنین و جنّٰت و عیون

(الشعراء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مویشیوں سے کی، اور نرینہ اولاد سے کی، باغوں
سے کی اور چشموں سے کی،

جس سے معلوم ہوا کہ " انعام" یعنی جان رکھنے والے مویشیوں (بھیڑ بکری گائے بیل بھینس اونٹ وغیرہ) کی خدمات سے استفادے کو حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں کا پیدائشی حق اور خداداد امداد واعانت قرار دیتے تھے۔

اور یہی کیا، آپ قرآن کو کھولئے، اور ان خطبات و مواعظ کو جو اس کتاب میں گذشتہ پیغمبروں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں مطالعہ کیجئے"

جو کچھ میں نے عرض کیا اس کی تائیدی شہادتیں آپ کو ملتی چلی جائیں گی۔ اور گو خاص تاریخی اسباب ووجوہ کے زیر اثر قرآن کے سوا ان کتابوں کی صحت کی ذمہ داری نہیں لی جا سکتی، جو دنیا کے مختلف مذہبی پیشواؤں اور دینی منادیوں کی طرف اس زمانہ میں منسوب ہیں، لیکن بایں ہمہ جس شکل میں بھی ہو، نسلِ انسانی کے پہلے جوڑے (آدم وحوا علیہما السلام) کا ذکر کرتے ہوئے تورات کی کتاب پیدائش میں اس بیان کے سلسلہ میں یعنی

" خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا، خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا، نر و ناری (مرد وعورت) ان کو پیدا کیا اور خدا نے ان کو برکت دی، اور کہا کہ پھلو اور بڑھو، اور زمین کو معمور ومحکوم کرو"

اس بیان کے اخیر میں بھی ان الفاظ کو پاتے ہیں۔ انسان سے کہا گیا

" سمندر کی مچھلیوں، اور ہوا کے پرندوں اور کل جانوروں پر جو زمین پر چلتے ہیں اختیار رکھو"

اور پہلے بھی تقریباً ان ہی الفاظ سے قصہ شروع بھی ہوا ہے۔ لکھا ہے کہ خدا نے کہا

" اور وہ (انسان) سمندر کی مچھلیوں اور آسمان کے پرندوں اور چوپاؤں اور تمام زمین اور سب جانداروں پر جو زمین پر رینگتے ہیں، اختیار رکھیں" (پیدائش باب ۱)

اگر واقعی یہ خدائی الفاظ ہیں، تو کائنات سے استفادے کا شاید اس سے ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلا خدائی منشور (چارٹر)

قرار دے سکتے ہیں، جو آدم اور آدم کی اولاد کو خالقِ کائنات کی طرف سے عطا کیا گیا، سچ پوچھئے

تو توارت کے مذکورہ بالا الفاظ قرآنی آیت

انی جاعل فی الارض خلیفہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں

کے جامع مانع اجمالی الفاظ ہی کی گویا یہ تفسیر ہے جس پر کافی بحث ہو چکی ہے اور ایک قرآن ہی

کیا، دنیا کے عام مذاہب و ادیان کی بنیادی کتابوں میں اگر ڈھونڈا جائے تو کسی نہ کسی شکل میں اسی

سب سے پہلے

آسمانی منشور، اور خدائی چارٹر

کو ڈھونڈھنے والے پا سکتے ہیں، چاہئے تو یہی تھا کہ کائنات سے استفادہ کا مسئلہ بنی آدم کے لئے

اس کے بعد ہر قسم کے شکوک و شبہات، ہچکچاہٹ اور جھجک سے پاک ہو کر سامنے آجاتا، اُف

ہزارہا سال تک ذہنی کش مکش کی الجھنوں میں اپنے خود آفریدہ غلط نقاطِ نظر کی بدولت آدم کی اولاد

جو تڑپتی اور پھڑکتی رہی، اس "لاہوتی منشور" اور "آسمانی چارٹر" کا تقاضا تو یہی تھا کہ آدمی کو

ان ذہنی بےچینیوں کی ہوا بھی نہ چھوتی۔ مرا مطلب یہ ہے کہ دنیا بےزار رجحانات کی حوصلہ افزائیاں

روحانیت (اسپریچولزم) کے رعب انگیز نام سے دنیا کی قوموں میں ہوتی رہیں بجائے بھوگنے کے

سمجھانے والے یہی سمجھاتے رہے کہ آدمی کے سامنے یہ دنیا بھاگنے صرف بھاگنے ہی کے لئے پھیلائی

گئی ہے اسی بنیاد پر کائنات سے استفادہ نہیں، بلکہ استعاذہ اسی کو آدمی کا سب سے بڑا مذہبی

وظیفہ اور دینی فریضہ قرار دے دیا گیا،

آدمی، غریب آدمی جس کا بال بال، رواں رواں کائناتی حقائق سے بندھا ہوا ہے، اپنی

اپنی ایک ایک سانس میں دنیاوی امداد کا جو محتاج بنا کر پیدا کیا گیا ہے اسی بے کس پر یہ کتنا بڑا ظلم

تھا، جب کہا جاتا تھا کہ اسی دنیا سے بےتعلق ہو کر جینے کی مشق کو بہم پہونچاتے، اتنا غوغا

اتنا شور اور ہنگامہ برپا کیا گیا کہ دنیا سے بےتعلق ہو جانے کا غیر فطری نصب العین تو کیا پورا ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن بین الاقوامی طور پر شاید یہ تسلیم کر لیا گیا کہ انسانیت کا بلند ترین نصب العین اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ روحانیت ہی ہے، باور کر لیا گیا کہ آدمی کی صحیح معیاری زندگی وہی ہو سکتی ہے جو دنیا سے بے زاری کے زیر اثر گذری ہو، آپ اندازہ کر سکتے ہیں اس ذہنی کوفت، اور دماغی لکد کوب کی تلخیوں کا جن سے اس راہ میں آدم کی اولاد کو گذرنا پڑا دنیا اور دنیا کی جن پیداواروں کے محتاج بنا کر جو پیدا کئے گئے تھے عملاً وہ ان چیزوں سے نہ الگ ہوئے نہ الگ ہو سکتے تھے، لیکن جیتے جی یہی سوچتے رہے کہ کاش! دنیا سے ان کا یہ انفصامی رشتہ ٹوٹ جاتا وہ خدا کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو کھاتے بھی جاتے تھے لیکن اسی کے ساتھ مسلسل یہ سوچتے بھی جاتے تھے کہ کاش ہم ان کو نہ چکھتے، کہتے ہیں کھانے میں ریت ملا کر اور ٹھنڈے پانی کو گرم کرنے کا مشغلہ روحانی مشغلہ قرار دیا گیا تھا، ذہنی احساسات کے متضاد قطعاً متضاد و متصادم اس قسم کی عملی زندگی آدمی کو جن فکری ہیجانوں میں مبتلا کر سکتی تھی، ان ہی کے شکار لوگ ہوتے رہے جس کے بچے کھچے آثار اگر دیکھا جائے تو کسی نہ کسی رنگ میں آج بھی باقی ہیں۔

اسی طرح مادیت کا وہ قدیم اوہامی چولا جس کا نام "مخلوق پرستی" ہے یعنی نفع اور ضرر کے تعلق سے خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوقوں کی پوجا کا رواج، جن قوموں اور نسلوں میں ہوا یا اس وقت تک مادیت کی اس پرانی فرسودہ شکل پر ایک طبقہ اس لئے اصرار ہی کئے چلا جا رہا ہے کہ اس کے باپ دادوں کا طریقہ یعنی قومی کلچر ہے، یورپ کی جدید ذہنیت کا یہ نیا تحفہ ہے کہ "کلچر" کے لفافے میں جس رواج اور جس طریقہ کو بھی چاہا جائے خم ٹھونک کر باقی رکھنے پر اصرار آدمی کا منطقی اصرار ہے بہرحال بے چارے مخلوق پرست ایک طرف تو ان چیزوں کو اپنا مخدوم و معبود بنا کر پوجتے بھی رہے، اور دوسری طرف اپنے ان ہی معبودوں اور مخدوموں کے خدمات سے استفادہ بھی کرتے رہے وہ ان جانوروں کے آگے ماتھے بھی ٹیکتے رہے جن میں نفع رسانی کا کوئی پہلو پایا جاتا تھا، اور ان ہی کے کندھوں پہ ہل رکھ کر اپنے کھیتوں کو جوتتے بھی رہے، گاڑیوں میں باندھ کر ان کو ہنکاتے بھی رہے، کوڑوں سے ان کو پیٹتے بھی رہے، لوہے کی کیلوں سے ان کے جسم میں چھید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی کرتے رہے، الغرض ایک ہی چیز کو مخدوم کے ساتھ خادم، یا معبود کے ساتھ اپنا عابد بنا لینا، یہ حرکت ہی ایسی ہے کہ کرنے کی حد تک لوگ اسے لاکھ کرتے رہے، لیکن باہر کا یہ عجیب و غریب متناقض طرزِ عمل ناممکن ہے کہ آدمی کے اندر ردِ عمل کی تلخیوں کو نہ پیدا کرے۔ لوگ عرب کے اس جاہل بت پرست کے قصے کو تعجب سے سنتے ہیں جو کھجوروں سے بنائے ہوئے بت کو پوجا کرتا تھا، مگر قحط کی مصیبت میں جب مبتلا ہوا، تو اپنے اسی معبود کو شدتِ گرسنگی میں دینی بدو بے چارہ چٹ بھی کر گیا، میں پوچھتا ہوں کہ یہ قصہ اسی جاہل بت پرست بدو کی حد تک کیا محدود ہے؟

آخر زندگی کی ضروریات میں ہر ہر قدم پر جن چیزوں کے خدمات سے مستفید ہونے پر آپ مجبور ہیں، یا جن چیزوں کے نقصان رساں پہلوؤں سے آپ بچنا چاہتے ہیں، ان ہی کو معبود بنا بنا کر آپ پوجنے بھی لگیں گے، تو قدرتاً ان ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہو جانا آپ کے اس متضاد طرزِ عمل کا منطقی نتیجہ ہے، جوتیاں جنہیں ہم پہنتے ہیں ان ہی کی پوجا کے بھی ہم اگر پابند کر دئے جائیں، تو ظاہر ہے کہ ان ہی جوتیوں کے آگے ہمیں سر بھی جھکانا پڑے گا اور پھر ان ہی کو پہن کر پاک و ناپاک چیزوں پر ہم چلیں گے بھی، الغرض ان ہی کو سر پر بھی رکھیں اور ان ہی کو پاؤں سے بھی روندیں ایسی صورت میں آپ ہی بتائیے ہم اور کیا کریں گے یا کیا کر سکتے ہیں، آپ اپنے ایندھن کے لئے درختوں کی لکڑیوں کے بھی محتاج ہیں پھر ان ہی درختوں کو آپ پوجنے بھی لگیں۔ تو یقیناً آپ کو یہی کرنا پڑے گا کہ اپنے ہاتھوں اپنے معبودوں کے تنوں پر کلہاڑے بھی چلائیے، ٹکڑے ٹکڑے کر کے چولھوں میں بھی ان کو پھونکیے، کسی گڑھے، یا نالے میں جمع ہونے والے پانی کی پرستش کرنے والوں کو آئے دن دیکھا جاتا ہے کہ اسی پانی سے برکت بھی حاصل کرتے ہیں، یا پاپ کے ناش کرنے کی خاصیت بھی ان میں مانتے ہیں، اس کی حمد کا بھجن بھی گاتے ہیں، گاتے میں تھرکتے ہیں، ناچتے ہیں اور پھر پانی کے اسی گڑھے یا نالی کے کنارے بیٹھ کر ضرورت ہوتی ہے تو قضائے حاجت سے بھی فارغ ہوتے ہیں اس کی پروا کئے بغیر فارغ ہوتے ہیں کہ اسی پوتر اور مقدس پانی میں آخر کن غلاظتوں اور نجاستوں کو اپنے ہاتھوں وہ خود شریک کر رہے ہیں، اسی میں سڑی گلی مردہ لاشوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو بھی بہاتے ہیں، آبادیوں کی گندی نالیوں کا رُخ اسی پاک پانی کی طرف پھیر دینے کا عام رواج ہے الغرض ایک ہی چیز کو مسلسل مخدوم و خادم، معبود و عابد کا چکر ایک ایسا بھول بھلیاں چکر ہے جس کے پیکرڑے میں پھنس جانے والوں کے دل پر دماغ پر دن کے چوبیس گھنٹوں میں تضاد و تناقض کی نہ ختم ہونے والی چوٹیں پڑتی رہتی ہیں، ان چوٹوں کے برداشت کرنے پر وہ مجبور ہیں سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ بجائے خود قدرتی حالات ہی ایسے تھے کہ دنیا کی چیزوں سے مستفید ہونا چاہئے تھا کیوں ہی اس کو آدمی اپنا قدرتی حق سمجھتا آخر پیاسے کے سامنے ٹھنڈا پانی اور بھوکے کے آگے روٹیاں لاکر رکھ دی گئی ہوں، طبعاً ایسی حالت میں چاہئے تو یہی کہ پیاسا پانی کو اور بھوکا روٹی کو استعمال کرنے لگے، سو جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اپنی حاجتوں اور ضرورتوں میں استعمال کرنے کا لائسنس یا اجازت نامہ حالانکہ ان چیزوں کے خالق کی طرف سے ہر زمانہ میں تقسیم بھی ہوتا رہا لیکن کسی خاص زمانہ ہی میں نہیں، بلکہ تاریخ کے ہر دور میں دنیا کی اکثر قوموں میں بلا وجہ یہ دونوں ذہنی وبائیں پھوٹتی رہی ہیں، یعنی خواص تو روحانیت (اسپریچولزم) کے نام سے خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے متعلق اپنے اندر نفرت اور چڑ کے جذبے کی پرورش پر اپنا زور صرف کرتے رہے اور مخلوق پرستانہ اوہام کی تاریکیوں نے اسی قوم کے عوام میں ایک ایسی ذہنیت پیدا کی جس کے زیر اثر ہر ایسی مخلوق پوجی جانے لگی جس میں نفع یا ضرر کا پہلو نمایاں تھا یا نمایاں سمجھا گیا، اور یہ بھی نہیں کہ ان کی طرف منسوب کر دیا، انہی کے آگے ماتھا رگڑنے والوں نے انہیں کی طرف منسوب کر دیا، انہی کے آگے پیشانیاں جھکا دی گئیں، ہاتھ جوڑ کر آدمی اس کے آگے کھڑا ہو گیا گویا روحانیت والوں نے ٹھوکروں کا مستحق خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو ٹھہرا لیا تھا، ان ہی کی ٹھوکروں میں مخلوق پرستی کی ذہنیت نے آدم کو ڈال دیا ایک طرف خواص میں کائناتی حقائق کی جانب سے دلوں میں نفرت و حقارت کی آگ بھڑکائی جاتی تھی، دنیا جن کی نظروں میں جتنا زیادہ ذلیل ہو سمجھا جاتا تھا کہ روحانیت میں اسی قدر اس کا مقام بلند ہے اور دوسری طرف عوام میں ان ہی مخلوقات کی دلچسپیاں ترقی کر کے اس نقطہ تک پہنچ گئیں کہ ان کی عظمت و عزت محبت و الفت نے عبادت اور پوجا پاٹ کا رنگ اختیار کر لیا تھا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں شک نہیں کہ مادیت کی جدید مغربی ذہنیت کے زیرِ اثر جو تمدن پیدا ہوا ہے اس میں بھی دنیا، اور دنیا کی بعض خاص چیزوں سے گرویدگیاں حد سے زیادہ متجاوز ہو گئی ہیں، دور کیوں جائیے کتوں کے ساتھ یورپ اور امریکہ کے باشندوں نے اپنے تعلقات کو جہاں تک پہنچا دیا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہیں، لیکن کتے پوجے گئے ہوں، شاید خالص مادیت کے جدید مغربی دور میں اب تک یہ صورت پیش نہیں آئی ہے حالانکہ یہی مادیت جب مخلوق پرستی کے رنگ میں رائج تھی تو کہا جاتا ہے کہ کتے بھی پوجے گئے تھے[1]

بہرحال یہ عجیب بات ہے، کہ خدائی مخلوقات سے نفرت و حقارت جس پر رہبانیت کے سارے کاروبار کا دار و مدار ہے اور ان ہی مادی حقائق کی قدر و قیمت عظمت و محبت جو مخلوق پرستی کے عہد میں ان کو معبودیت اور الوہیت کی شانِ رفیع تک چڑھا کر پہنچا دیتی تھی بذاتِ خود ان دونوں نقاطِ نظر میں آسمان و زمین ہی کی نسبت کیوں نہ ہو لیکن خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے زندگی کی ضرورتوں میں استفادہ کا جو قدرتی حق آدمی کو حاصل تھا، آدمی کا یہ جائز قدرتی حق ان دونوں خود تراشیدہ نظریوں کے دباؤ سے متاثر اور بری طرح متاثر ہوتا رہا اور یوں یہ عجیب بات ہے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہی تھا، ویسے تو مخلوقات سے نفع گیری، اور فوائد اندوزی پر رہبانیت والے بھی مجبور تھے۔ اور مخلوق پرست بھی، کہ بغیر اس کے خدا کی اس دنیا میں ایک قدم کیا عرض ہی کر چکا ہوں کہ ایک سانس بھی کوئی لینا چاہے تو عام حالات میں نہیں لے سکتا لیکن کامل انشراحِ قلب، کھلے دماغ کے ساتھ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ظاہر ہے کہ دنیا کی چیزوں سے استفادہ کا ارادہ نہ وہی کر سکتے تھے جو ان ہی چیزوں کی نفرت کا اپنے آپ کو عادی بنا کر ان سے بھاگنے اور دور رہنے ہی کو اپنی زندگی کا آخری نصب العین بنائے ہوتے تھے (باقی آئندہ)

---

[1] جلد اور نمبر تو یاد نہیں ہے مگر "برہان" ہی میں خاکسار کا ایک مضمون "قدیم مصری تمدن" کے متعلق شائع ہوا تھا، زمین سے برآمد ہونے والے آثار کی روشنی میں دوسری باتوں کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ کیا گیا تھا کہ مصر کے باشندوں کی مختلف ٹولیوں میں مختلف مخلوقات کی عبادت کا رواج تھا، جن میں بعض کتوں کو پوجتے تھے اور بعض بلیوں کے پرستار تھے، گبریلے کیڑے کے پجاریوں کی بھی کافی تعداد اس ملک میں پائی جاتی تھی، یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ اتفاقاً ان ٹولیوں میں لڑائی چھڑ جاتی تو بلیوں کے پوجنے والے تلاش کر کر کے کتوں کو اس لئے مارتے تھے کہ وہ ان کے دشمنوں کا معبود [illegible] قتل کرتے تھے جو کتوں کے پجاری تھے۔

© rasailojaraid.com